

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرف آغاز

تورہ نور و شوق ہے، منزل نہ کر قبول (فضلائے مدارس کی خدمت میں چند ضروری گزارشات)

محمد سلمان بجنوری

گذشتہ ماہ، اسلام پیزار طبقہ اور اس کے ساتھ مستشرقین اور استشرقہ کے موضوع پر چند گزارشات پیش کی گئی تھیں، ظاہر ہے ان کے مخاطب بھی ہمارے فضلائے مدارس ہی تھے؛ لیکن ان میں طرز مخاطب عمومی انداز کا تھا اور وہ کام، ملت اسلامیہ کا ہر وہ فرد کر سکتا ہے جو دین کا علم اور اس کی صحیح فکر رکھتا ہو؛ لیکن آج خاص طور پر مدارس اسلامیہ سے سند فراغت لے کر نکلنے والے نوجوان علماء سے چند گزارشات کی جا رہی ہیں، اللہ کرے یہ باتیں ان کے دلوں تک رسائی حاصل کر سکیں۔

مدارس اسلامیہ، بالخصوص ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند سے شروع ہو کر ساری دنیا میں پھیل جانے والے مدارس اسلامیہ کے مقاصد قیام سے جو شخص بھی واقف ہوگا اس کے لیے یہ سمجھنا آسان ہوگا کہ یہ مدارس اپنے موجودہ کردار میں ملت اسلامیہ کی تمام دینی ضرورتوں کے ذمہ دار ہیں، ان کے فرائض میں جہاں علوم اسلامیہ کے ورثہ کی اس کی صحیح شکل میں حفاظت و اشاعت اور دین کی، صحیح تفسیر و تشریح اور تعبیر ہے وہیں ہر دور میں پیش آنے والے معاملات و مسائل میں امت کی دینی رہنمائی اور مسلمانوں کی دینی ضروریات کی تکمیل بھی ان کی ذمہ داری ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مدارس اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائیگی اپنے فضلاء و فرزندوں ہی کے ذریعہ کر سکتے ہیں، اس لیے یہ ساری ذمہ داریاں درحقیقت فضلاء مدارس ہی کی ہیں؛ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے جس کا اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں کہ ہم یہ ذمہ داریاں کما حقہ پوری کرنے میں فی الحال پورے طور پر کامیاب نظر نہیں آ رہے ہیں، جس کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں؛ مگر سب سے بڑا

سبب اپنی ذمہ داریوں کے تئیں احساس کی کمی اور اس کے لیے ضروری تیاری میں کوتاہی کی ہماری روش ہے، جس کو بدلنا اور اپنے اسلاف و اکابر کی طرح ”نگہ بلند، سخن دلنواز اور جان پر سوز کے رخت سفر سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا ہم سب کے لیے ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے درج ذیل گذارشات پر غور فرمائیں:

(۱) اس سلسلے میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ علوم نبوت اور دین و شریعت سے محکم و فاداری کا سبق پختہ یاد کر کے جائیں اور یہ سبق زندگی کے کسی مرحلے میں بھی نہ بھولیں، آپ کو دنیا کا کوئی مفاد یاد باؤ اس و فاداری سے سر موہٹانے میں کامیاب نہ ہو، اگر دین و شریعت یا علم نبوت کے نقصان کی قیمت پر آپ کو دنیا کی بڑی سے بڑی دولت یا منصب ملنے کا یقین ہو تو اس کو کمال بے نیازی سے ٹھکرا دیں اور اس طرح کا کوئی لالچ آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دے۔

(۲) فراغت کا مفہوم یہ نہ سمجھیں کہ آپ عالم بن گئے ہیں؛ بلکہ یہ سمجھیں کہ اب آپ کو پڑھنا سکھا دیا گیا ہے، اب ساری زندگی آپ کو پڑھنا ہے۔ اپنے پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا سلسلہ جاری رکھے بغیر آپ صحیح معنوں میں عالم کہلانے کے حق دار نہیں ہو سکیں گے۔ ہم میں سے کم ہمت لوگ مدرسہ سے فارغ ہونے پر اپنے آپ کو عالم سمجھنے لگتے ہیں اور پڑھنے کا اہتمام نہیں کرتے جب کہ واقعہ یہ ہے کہ سالہا سال کے مطالعہ کے بعد تو انسان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیا کیا نہیں جانتا اور جس کو یہ معلوم ہو جائے وہی عالم کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔

(۳) مطالعہ کے سلسلے میں دو تین باتیں ملحوظ رکھیں ایک تو یہ ابتدائی دور میں مطالعہ کے لیے اپنے محترم اساتذہ اور اکابر علماء سے رہنمائی حاصل کریں۔ دوسرے یہ کہ مطالعہ کو اپنی عادت یا معمول بنالیں۔ اس کے لیے تین طریقے ہیں: یا تو ہر وقت کتاب ساتھ رکھیں اور جب اور جہاں موقع ملے پڑھ لیں، یا مطالعہ کا وقت مقرر کر لیں اور اس وقت میں کوئی دوسرا کام ہرگز نہ کریں یا یہ کہ مطالعہ کی ایک مقدار مثلاً سو صفحات یا دو سو صفحات روزانہ طے کر لیں اور اس مقدار کو پورا کیے بغیر آرام نہ کریں۔

(۴) مطالعہ کی جو یہ بات عرض کی گئی ہے یہ ہر فاضل کے لیے ہے تاکہ اس کے علم میں اضافہ ہو اور وہ صحیح معنوں میں عالم بن سکے پھر جو فضلاء باضابطہ تدریس سے وابستہ ہوں وہ اپنے درسی مطالعہ کو کافی نہ سمجھیں؛ بلکہ درسی مطالعہ کے علاوہ مطالعہ کی یہ مقدار پوری کرنے کی کوشش کریں۔

(۵) جو فضلاء تدریس سے وابستہ ہوں ان سے یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ سبق کے لیے

بھر پور تیاری کو معمول بنائیں، ناقص مطالعہ کے ساتھ سبق نہ پڑھائیں۔ کتاب پوری طرح حل کریں اور اس عمل کو طلبہ کا حق ادا کرنے کی پہلی شرط سمجھیں۔

(۶) جو فضلاء وعظ و تقریر کا کام کریں وہ بھی بغیر تیاری کے نہ کیا کریں۔ اپنے ہر بیان کا موضوع طے کر کے پوری تیاری کریں، معتبر کتب تفسیر وحدیث اور اکابر علماء کی تصانیف کا مطالعہ کریں اور اپنے مطالعہ کا خلاصہ اشاروں میں لکھ بھی لیں، غیر معتبر روایات بیان کرنے سے احتراز کریں، بیان کرنے میں سامعین کی پسند کے بجائے اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھیں اور پورے اخلاص کے ساتھ متوجہ ہو کر بیان کریں۔

(۷) جو فضلاء مساجد کی امامت و خطابت سے وابستہ ہوں ان کی ذمہ داری عوامی اصلاح کے سلسلے میں سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے حضرات صرف نماز پڑھانے کو اپنی ذمہ داری نہ سمجھیں؛ بلکہ اپنے محلہ یا مسجد کے حلقے کے تمام لوگوں کے حالات پر نظر رکھیں۔ انفرادی طور پر لوگوں سے رابطہ رکھیں اور ان کے دینی حالات و ضروریات کا اندازہ کریں اور ان کے عقائد و اعمال میں جو خرابیاں ہوں ان کو دور کرنے کے لیے پوری دل سوزی اور حکمت کے ساتھ کام کریں، کوشش کریں کہ محلہ کے سارے لوگ نمازی بن جائیں، مسجد سے ان کی بھرپور رہنمائی ہو اور وہ پوری طرح مسجد کے نظام سے مربوط رہیں۔

(۸) کسی بھی جگہ کوئی نیادینی کام مثلاً مدرسہ وغیرہ شروع کرنا چاہیں تو اس بات کا پورا خیال رکھیں کہ یہ کام کسی وقتی تقاضے یا ذاتی داعیہ کی بنیاد پر نہ ہو، نہ اس کا فیصلہ جلد بازی میں کیا گیا ہو؛ بلکہ جہاں وہ کام شروع کر رہے ہیں وہاں کی ضرورت کا جائزہ لے کر، مشورہ سے کام کا آغاز کریں، ہر حال میں وہاں کی دینی ضرورت اور مصلحت کو ملحوظ رکھیں، کسی قسم کی مقابلہ آرائی کے قریب بھی نہ جائیں۔

(۹) تمام فضلاء خواہ وہ مدارس میں تدریس سے وابستہ ہوں یا مساجد میں امامت و خطابت سے، یا دیگر مشاغل کو اختیار کریں، سب حتی الامکان حسب صلاحیت اس بات کی کوشش کریں کہ اپنی مساجد میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کریں اور اس میں اپنے اکابر کی تفسیر کا مطالعہ کر کے ضرورت کے مضامین بیان کریں، اس سے بڑی حد تک اس ذمہ داری کی تکمیل ہوگی، جو اپنے مسلمان بھائیوں کے تعلق سے ہم پر عائد ہوتی ہے۔ مزید اپنا بے حد علمی فائدہ بھی ہوگا۔ اللہ رب العزت کے کلام عالی مقام سے وابستگی اور استعمال کی سعادت بھی حاصل ہوگی۔

(۱۰) اور ان تمام علمی و دینی کاموں کے ساتھ اپنی اصلاح و تزکیہ سے ہرگز بے فکر نہ ہوں؛ کیوں کہ ہماری تمام دینی خدمات میں روح اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب قلب کی حالت درست ہو، نیت، ہر قسم کے دکھاوے اور اغراض سے پاک ہو اور ہماری عملی حالت قابل اطمینان ہو، اس کے لیے علماء و فضلاء، خاص طور پر تزکیہ و اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور معتبر مشائخ سے استفادہ کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اپنی زندگی کا نظام اس طرح بنائیں کہ وہ امت کے لیے ایک مفید ترین انسان ثابت ہوں اور ان کا کردار اور دینی فہم قابل اعتماد ہو اور ان کے ذریعہ ان کے اسلاف و اکابر کا نام روشن ہو، اس مقصد کے لیے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر، ائمہ مجتہدین، مشائخ امت اور حضرات اکابر دیوبند نے جو روشن ہدایات اور حسین روایات ہمارے لیے چھوڑی ہیں ان کو پڑھیں اور حرز جان بنائیں، اس وقت اختصار کے پیش نظر ہم اس تحریر کا اختتام حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک ارشاد پر کرتے ہیں جس سے ایک عالم دین اور حامل علوم قرآن کی شان پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

ينبغي لحامل القرآن أن يعرف بليله إذا الناس نائمون، وبنهاره إذا الناس مفطرون، وبحزنه إذا الناس يفرحون، وبيكائه إذا الناس يضحكون، وبصمته إذا الناس يخوضون، وبخشوعه إذا الناس يختالون، وينبغي لحامل القرآن أن يكون باكيا محزونًا حكيما حليما سكيما، ولا ينبغي لحامل القرآن أن يكون جافيا ولا غافلا ولا سخابا ولا صياحا ولا حديداً. (الزهد للإمام أحمد، ص: ۲۰۲)

حامل قرآن کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ اس کو اس کی رات (کے قیام و عبادت) سے پہچانا جائے جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں اور اس کے دن (کے روزے) سے جب لوگ روزے سے نہ ہوں اور اس کے غم سے پہچانا جائے جب کہ لوگ (غفلت سے) ہنس رہے ہوں اور اس کی خاموشی سے جب کہ لوگ غیر ضروری باتوں میں مشغول ہوں اور اس کی عاجزی سے پہچانا جائے جب کہ لوگ تکبر میں مبتلا ہوں اور حامل قرآن کے لیے زیبا ہے کہ وہ (اللہ کے خوف سے) رونے والا (امت کے لیے) غمگین، دانا، بردبار و باوقار ہو اور اس کے لیے یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ سخت مزاج، غافل، بدگو، چلانے والا اور تیز مزاج غصہ ور ہو۔

اللہ رب العزت ہمیں یہ شان اور یہ صفات اپنی زندگی میں پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رمضان المبارک کی آمد

یہ شمارہ ماہ شعبان و رمضان کا مشترکہ شمارہ ہے اور جس وقت یہ قارئین کے ہاتھ میں پہنچے گا، ماہ رمضان کی آمد آمد ہوگی۔ اللہ رب العزت اس ماہ مبارک کے ایک ایک لمحہ کی قدر نصیب فرمائے۔

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے بندوں کے لیے خاص تحفہ ہے، جس میں ان کو دینی پہلو سے اپنی زندگی کو بہتر بنانے کا موقع ملتا ہے۔ بہتر زندگی کا معیار، شریعت کی زبان میں تقویٰ ہے، جس کے حصول کا ایک اہم ذریعہ روزہ ہے کہ جب ایک انسان ایک مہینے تک دن بھر، اللہ کے حکم کی وجہ سے حلال چیزوں سے بھی پرہیز کرتا ہے تو اس کو اس بات کی مشق ہو جانی چاہیے کہ وہ تمام زندگی، اللہ کے حکم کے احترام میں اس کی حرام کی ہوئی چیزوں اور ناپسندیدہ کاموں سے پرہیز کرے۔ اس چیز کے حصول کے لیے ظاہر ہے کہ رمضان کو پوری احتیاط اور پرہیز کے ساتھ گزارنا ضروری ہوگا کہ ہر قسم کے گناہ اور فضول کاموں سے اجتناب کیا جائے اور اپنی ہمت کے مطابق زیادہ اوقات کو طاعت و عبادت اور تلاوت میں صرف کیا جائے۔ بالخصوص اس لیے بھی کہ بقول امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ، رمضان پورے سال کے لیے معیار ہے، جیسا رمضان گذرتا ہے اس کے اثرات سارے سال پر پڑتے ہیں؛ اس لیے ہم سب کو پوری ہمت کے ساتھ رمضان المبارک کے ہر لمحہ کی بھرپور قدر کرنی چاہیے۔ اللہ رب العزت اس ماہ مبارک کو پوری امت کے لیے خیر و برکت اور عافیت کا سبب بنائے، آمین!

